خلفائے راشدین کا نظام عدل

پروفیسر فقیر محمد گورنمنٹ کالج فیصل آباد

خلفائے راشدین کے دور میں قرآن و سنت عدلیہ کی بنیاد تھے۔ خلفائے راشدین مقدمات کے فیصلے کرنے کیلئے سب سے پہلے قرآن وسنت میں اس کا حل تلاش کرتے اور اگر اس میں حل نہ پاتے تو مشاورت اور اجتہاد سے کام لیتے۔ اس رویے کے بارے میں احمد حسن کہتا ہے۔

They gave their decisions sometimes addording to what they had learnt and retaind in their memory from the commandments o the propet, othertimes according to wht they under stand from the Quran and Sunnah. Often they formaed on opinion by cooking to the Sharakvalue whitch led theprophet to take a decision.

یعنی بعض اوقات خلفائے راشدین حضور ﷺ کے فیصلوں کو بطور نظیر پیش رکھتے ہوئے انہی کے مطابق فیصلے کرتے تھے اور کبھی قرآن وسنت کے احکامات کی روشنی میں فیصلے صادر کرتے، اکثر اوقات شرعی اقدار کی روشنی میں اجتہاد کرتے وہ شرعی اقدار جن کے مطابق پیغمبر ﷺ نے فیصلے فرمائے۔ مذکورہ پیرے سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین قرآن وسنت کے علاوہ حضور ﷺ کے کئے گئے فیصلوں کو بطور نظیر بنا کر مقدمات کے فیصلے کرتے تھے۔

حضرت زید نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا ہوگا اور پھر ابن کعبؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ امیر المومنین سے حلف نہ اٹھوائیں۔ حضرت عمر اس طرف داری پر رنجیدہ ہوئے پھر آپ نے فرمایا اے زید جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر نہ ہوں تم منصب کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے۔

دور صدیق اکبرؓ

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دور میں عدالت کا نظام انہی خطوط پر چلتا رہا جن پر عہد رسالت ﷺ میں تھا۔ جزیرۃ العرب کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے متعدد صوبوں میں تقسیم کرکے ہر صوبے میں ایک والی مقرر کر رکھا تھا جس کے ذمے اقامت صلاۃ، تعلیم دین اور نظم ونسق کے امور کے ساتھ ساتھ لوگوں کے تنازعات کا فیصلہ اور حدود وقصاص کا نفاذ بھی تھا۔ وکیع کے بیان کے مطابق اقتدار سنبھالنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق نے نظام حکومت کے مختلف شعبوں کے سربراہ مقرر کرنے پر غور کیا۔ تو حضرت عمر فاروقؓ کو عدلیہ کا سربراہ بنایا اور حضرت ابوعبیدہ کو بیت المال پر متعین کیا۔

مقدمات کے فیصلو میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا طریقہ

جب حضرت ابو بکر صدیق کے پاس فریقین مقدمہ لے کر حاضر ہوتے تو آپ قرآن مجید

میں غور وفکر کر کے فیصلہ فرماتے۔ قرآن مجید سے حل نہ ملنے کی صورت میں سنت کی طرف رجوع کرتے اور اگر حدیث شریف سے بھی حل معلوم نہ ہوتا تو خاص خاص ذمہ دار صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے اس مقدمہ زیر بحث کے بارے میں کچھ معلوم ہو تو بتاؤ جب صحابہ کرام اتفاق رائے سے حضور ﷺ کی طرف سے مقدمہ زیر بحث کا حل بتاتے تو آپ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرتے اگر اس سعی کے بعد بھی آپ کا کوئی فیصلہ معلوم نہ ہوسکتا تو اکابر صحابہ کو جمع فرما کر اس مقدمہ کو پیش فرماتے اور جب ایک رائے پر اتفاق ہو جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے۔

عہد فاروقی کے آغاز میں عدلیہ اور انتظامیہ کا شعبہ اکٹھا تھا۔ البتہ چند سالوں کے بعد ان دونوں شعبوں کو الگ کر دیا گیا بقول ابن خلدون سب سے پہلے جس شخص نے عدلیہ کو انتظامیہ سے جدا کیا وہ عمر بن خطابؓ تھے۔

دور حضرت عمر فاروقؓ

حضرت عمر فاروق کے دور خلافت میں جب اسلام کا میدان عمل اور زیادہ وسیع ہوا اور غیر اقوام کے ساتھ تعلقات استوار ہوئے تو اس وقت ایسے نظام عدالت کی ضرورت تھی جو عربوں اور غیر عربوں کیلئے نافذ ہو اس مقصد کیلئے باثر اور معزز قاضیوں کا تقرر کیا گیا جن کا فرض اولین تھا کہ وہ قرآن وحدیث اور قیاس کے مطابق فیصلہ کریں۔

دستور

قرآنی دفعات اور سنت رسول اللہ ﷺ سے وفاداری حضرت عمر فاروق کی حکومت کی بنیادی پالیسی تھی۔ آپ نے اپنے افسروں کو تحریری ہدایات ارسال کیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کریں۔ صوبائی عدالتوں کے سربراہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ زیر بحث مسئلہ میں تدبر وتفکر سے کام لو۔ جس مسئلہ میں خلجان ہو اور جس مسئلہ میں تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ نہ پہنچی ہو تو امثال و نظائر میں گہری نظر ڈالو اور امور کو اس پر قیاس کرو۔

فیصلہ کا طریق کار

حضرت عمر فاروقؓ مقدمات کا فیصلہ کرنے کیلئے سب سے پہلے قرآن وسنت سے مدد حاصل کرتے۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیق کے فیصلوں کی طرف نظر کرتے۔ اگر پھر بھی مسئلہ حل نہ ہوتا تو اکابر صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے ان کی رائے معلوم کرتے اور جب کسی ایک رائے پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو جاتا تو اس پر عمل کرتے۔

عدل و انصاف میں مساوات

عدل و انصاف کا ایک لازمہ مساوات ہے یعنی دیوان عدالت میں شاہ وگدا، حاکم ومحکوم اور امیر وغریب سب ہم رتبہ سمجھے جائیں۔ سیدنا عمر فاروق نے خود عدالت میں حاضر ہوکر اس کا ثبوت پیش کیا۔ ایک دفعہ ان کے اور حضرت ابی بن کعب کے درمیان ایک باغ کے معاملہ پر تنازع پیدا ہوا حضرت ابی بن کعب نے حضرت زید بن ثابت کے ہاں مقدمہ دائر کر دیا۔ امیر المومنین عمر فاروق ایک فریق کی حیثیت سے عدالت میں حاضر ہوئے۔ حضرت زید نے اپنی جگہ سے ہٹ کر تعظیم کی۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا یہ تمہارا پہلا ظلم ہے یہ کہہ کر ابی بن کعبؓ کے برابر بیٹھ گئے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس کوئی ثبوت نہ تھا اور حضرت عمر فاروق کو دعویٰ سے انکار تھا۔ حضرت زید نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا ہوگا اور پھر ابن کعبؓ کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ آپ امیر المومنین سے حلف نہ اٹھائیں۔ حضرت عمر اس طرف داری پر رنجیدہ ہوئے پھر آپ نے فرمایا اے زید جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمر دونوں برابر نہ ہوں تم منصب کے قابل نہیں سمجھے جاسکتے۔

عدالت فاروقی کی خصوصیات

(1) آپ نے متدین، متقی اور معاملہ فہم قاضیوں کو منتخب کیا۔ اکثر عملی امتحان اور ذاتی تجربے کے بعد لوگوں کو قاضی مقرر کرتے تھے۔ امیر اور معزز آدمیوں کو قاضی مقرر کرتے تھے۔ قاضی کو تجارت کی اجازت نہ دیتے تھے۔

(2) آپ نے قاضیوں کی معقول تنخواہیں مقرر کیں تاکہ بآسانی ان کی ضروریات پوری ہوں اور وہ رشوت کی طرف مائل نہ ہوں۔ مثلاً مسلمان ربیعہ اور قاضی شریح کی تنخواہ پانچ سو درہم تھی۔ یہ تنخواہ اس زمانے کے حالات کے مطابق کافی تھی۔

(3) آپ کے دور میں آبادی کے لحاظ سے قضاۃ کی تعداد زیادہ تھی۔ کوئی ضلع قاضی سے خالی نہ تھا اور چونکہ غیر مذہب والوں کو اجازت تھی کہ آپ اس کے مقدمات بطور خود فیصلہ کرایا کریں۔ اس لئے اسلامی عدالتوں میں ان کے مقدمات کم آتے تھے۔ اس بناپر ضلع میں ایک قاضی ہونا کافی تھا۔

انتظامیہ سے عدلیہ کی علیحدگی

عہد فاروقی کے آغاز میں عدلیہ اور

انتظامیہ کا شعبہ اکٹھا تھا۔ البتہ چند سالوں کے بعد ان دونوں شعبوں کو الگ کر دیا گیا بقول ابن خلدون سب سے پہلے جس شخص نے عدلیہ کو انتظامیہ سے جدا کیا وہ عمر بن خطابؓ تھے۔

عہد فاروقی میں عدلیہ کا محکمہ بھی مظالم، قضا اور حسبہ کے معاملات کو نمٹاتا تھا۔ شبلی نعمانی کی رائے مطابق مقدمات فوجداری کیلئے حضرت عمر فاروق نے کوئی جدا محکمہ قائم نہیں کیا تھا۔ عدلیہ کا محکمہ ہی مظالم کی داد رسی کرتا تھا۔ مظلوم کی مدد کرنا آپ اپنا فرض اولین سمجھتے تھے۔

قول وعدل

حضرت عمر فاروقؓ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

ولست ادع احدا یظلم احدا ویتعدی علیه حتی اضع خده الارض واضع قدمی علی خده الآخر حتی یذعن بالحق

یعنی میں کسی کو یہ چھوڑوں گا کہ وہ کسی پر ظلم کرے یا دست درازی کرے۔ حتیٰ کہ میں اس کے رخسار کو زمین پر رکھ کر اپنا قدم اس کے دوسرے رخسار پر رکھوں۔ یہاں تک کہ وہ حق پر عمل پیرا ہو۔

حضرت سیدنا عمر فاروق کے عدالتی اصول

سیدنا عمر فاروق کا فرمان عدل جو آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام تحریر فرمایا۔ بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں [illegible] آئین لکھے ہوئے [illegible] ہیں۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ قضا ایک ایسا فریضہ ہے کہ جو قرآن کریم سے ثابت ہے اور ایسی سنت ہے کہ جس کی پیروی ضروری ہے۔ جب مقدمات سامنے ہوں تو عقل و انصاف سے کام لو۔ جس حق کی بات کا نفاذ نہ ہو اس کا زبان سے کہنا بے سود ہے۔ ملاقات، صرف اور ہم نشینی میں مساوات کا خیال رکھو کوئی تمہارے ظلم سے فائدہ نہ اٹھائے اور نہ کوئی تمہارے عدل سے مایوس ہو۔ مدعی کے ذمے شہادت شرعی ہے اور مدعا علیہ پر قسم ہے۔ دو مسلمانوں میں صلح کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس صلح سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کیا۔ اپنے سابقہ فیصلے آئندہ بطور نظیر کے استعمال کرنا ضروری نہ سمجھو۔ اگر غور و تدبر کے بعد حق کی طرف رہنمائی ہو تو اس کو اختیار کرو۔ حق کی طرف مراجعت باطل پر اڑے رہنے سے کہیں بہتر ہے۔ اگر کسی امر کے متعلق قرآن و حدیث سے فیصلہ معلوم نہ ہو اور قلب پریشان ہو تو عقل سے کام لے کر نظائر امثال پر قیاس کرو۔ اور جو شخص کسی پر کسی معاملہ میں دعویٰ کرے بار ثبوت کیلئے کچھ مدت دو۔ اگر وہ شہادت پیش کر دے تو اس کا حق اس کو دلا دو۔ ورنہ اس کے خلاف فیصلہ صادر کر دو۔ شک و شبہ سے بچنے کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ مسلمان، مسلمان کے خلاف شاہد ہو سکتا ہے۔ سوائے ان کے جو سزا میں درے کھا چکے ہوں یا جھوٹی شہادت کے سزا یافتہ ہوں یا ولا اور قرابت کی جانب سے مشکوک ہوں۔ مقدمات کے تصفیے میں گھبراہٹ، پریشانی اور ملال کو پاس نہ آنے دو۔ حق دار کو حق پہنچانے کا اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائے گا۔

> جب سفارش حدود اللہ میں کی جانے لگے جن کا جاری کرنا امیر پر واجب ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی سفارش کرنے والے اور سفارش قبول کرنے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔

دور حضرت عثمان غنیؓ
مقدمات کے فیصلے کا طریقہ

عہد عثمانی میں فتوحات کی وسعت کے ساتھ ساتھ دائرہ قضا کی وسعت بھی عمل میں آئی۔ حضرت عثمان غنیؓ خود بھی فیصلے کرتے تھے ان کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ جب فریقین ان کے پاس قضیہ لے کر آتے تھے۔ تو آپ ایک قضیہ فریق کو حضرت علیؓ کو اور دوسرے فریق کو طلحہ بن عبیداللہؓ حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بلانے بھیجتے۔ جب سب آجاتے تو فریقین کو اپنی اپنی بات کہنے کا موقع دیتے۔ فریقین کی بات سن کر ان حضرات کی رائے طلب کرتے۔ اگر ان اصحاب کی رائے سے حضرت عثمانؓ کو اتفاق ہوتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے اور اگر ان کی آراء سے اتفاق نہ ہوتا تو پھر اس کے بعد زیر بحث مقدمہ پر خود غور و خوض کرتے۔

حضرت عثمان غنی کے اس طریقہ کار سے معلوم ہوا کہ مقدمہ کے بارے میں ماہرین اور صائب الرائے اصحاب سے مشورہ کرنا ایک مستحسن قدم ہے۔ لیکن مشورہ کرنے والا مشورہ کا پابند نہیں ہے۔ مقدمات کے فیصلے کے سلسلہ میں حضرت عثمان نے اسوہ نبی کریم ﷺ کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعہ سے اس دعویٰ کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں ایک

شخص نے چوری کا ارتکاب کیا یا اپنے قبیلہ کا ایک معزز آدمی تھا۔ بعض لوگوں نے سفارش کے ذریعے اسے معافی دلانے کا پروگرام بنایا اس وقت زبیر نامی ایک شخص امیر المومنین تک رسائی رکھتا تھا۔ وہ لوگوں کے اصرار پر سفارش کیلئے گیا۔ اس نے عدالت عثمانی میں پہنچ کر سفارش کی تو آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور ارشاد فرمایا۔

"جب سفارش حدود اللہ میں کی جانے لگے جن کا جاری کرنا امیر پر واجب ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی سفارش کرنے والے اور سفارش قبول کرنے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔

مظالم کی سماعت کے متعلق معمول

مظالم کی سماعت کے متعلق حضرت عثمان کا معمول تھا کہ آپ نماز سے قبل مسجد نبوی میں بیٹھ جاتے اور لوگوں سے ان کی حاجات سنتے اور ان کے متعلق احکام جاری کرتے۔ آپ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام بھی قضاء کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپ کے عہد کے حضرت زید بن ثابت مشہور قاضی تھے۔

دار القضا

قاضی یا حاکم عدالت کا اجلاس شروع میں مسجد میں ہوتا تھا۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم سب آسکتے تھے۔ ابن عساکر کے مطابق حضرت عثمان غنی کے دور میں ایک عمارت "دار القضا" کے نام سے تعمیر ہوچکی تھی۔ نور الدین محمود کے زمانے میں اسے "دار العدل" تشکیل دیا گیا جس سے کام مقدمات کا لیا گیا۔

دور حضرت علیؓ

یوں تو سراج نبوت ﷺ سے ہر صحابی نے کسب فیض کیا اور ان سب کے الگ الگ رنگ ہیں مگر حضرت علی کو اللہ تعالیٰ نے کار قضا میں بلند مقام عطا کیا اور دیار نبوی ﷺ سے انہیں "اقضاھم علی" کا خطاب ملا۔ مشکل ہی گتھیوں کو ان کی ذہانت نے سلجھایا۔ اس اجمال کی تفصیل حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت سے ملتی ہے۔

عظیم قاضی

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ حضرت علی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تم سات چیزوں میں دوسروں سے افضل ہو ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فضل خصوصیات میں تم بہت بڑے قاضی ہو۔ آپ کو ایک یہ بھی امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ اپ نے خود عہد نبوی میں قضا کے فرائض سرانجام دیئے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ علاوہ ازیں آپ بہت بڑے فقیہ بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علی ہم میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔

مقدمات کی سماعت

مقدمات کی سماعت کیلئے حضرت علیؓ نے کوئی دن یا وقت متعین نہیں کیا تھا بلکہ جس وقت آپ کے پاس کوئی شکایت آتی تو آپ اسی وقت اس کا فیصلہ کردیتے۔ چنانچہ ایک دن ایک مقدمہ آپ کے پاس آیا آپ نے اسی وقت ایک دیوار کے نیچے بیٹھ کر اس کی سماعت شروع کردی۔ ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین! یہ دیوار گرنے کے قریب ہے۔ آپ نے جواب دیا تم اپنا کام کرو اللہ تعالیٰ ہمارا نگہبان ہے۔ آپ نے مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان فیصلہ کیا اس کے بعد دیوار گرگئی۔

> چنانچہ ایک دن ایک مقدمہ آپ کے پاس آیا آپ نے اسی وقت ایک دیوار کے نیچے بیٹھ کر اس کی سماعت شروع کردی۔ ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین! یہ دیوار گرنے کے قریب ہے۔ آپ نے جواب دیا تم اپنا کام کرو اللہ تعالیٰ ہمارا نگہبان ہے۔ آپ نے مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان فیصلہ کیا اس کے بعد دیوار گرگئی۔

ایک مقدمے میں بطور مشیر

حضرت علیؓ خلفاء کے مقدمات میں مشیر تھے بلکہ مقدمات کے فیصلوں میں مشورہ دیتے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق کے دور میں ایک مجنون عورت نے چھ ماہ میں بچہ جنا۔ حضرت عمر فاروق نے اس خیال سے کہ حمل کے دن پورے نہیں ہوئے۔ عورت کو سنگسار کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک تو مجنون ہونے کی وجہ سے وہ قابل معافی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حمل اور رضاعت کی درمیانی مدت تیس مہینے مقرر کی ہے۔ دو سال رضاعت کے ہوئے اور چھ ماہ حمل کے اس طرح تیس ماہ پورے ہو جاتے ہیں اس مشورہ پر حضرت عمر نے بے ساختہ کہا۔ **لولا علی لھلک عمر** اگر حضرت علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

بقیہ صفحہ نمبر 47